AL-HAYAT Research Journal
Jlali Research Institute of Social Science, Lahore
ISSN (Online): 3006-4767
ISSN (Print):: 3006-4759
Volume 3 Issue 1 (October-December 2025)

سعودی عرب اور ملائیشیا میں حقوقِ نسواں سے متعلق قانون سازی کا اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ

A Comparative and Analytical Study of Women's Rights Legislation in Saudi Arabia and Malaysia in the Light of Islamic Teachings

Bushra Munir
Department of Islamic Studies, Ph. D Scholar Lahore College for Women University, Lahore, Pakistan,

Dr. Asia Shabbir
Associate Professor, Lahore College for Women University, Lahore, asia.shabir@lcwu.edu.pk

Abstract

Women's rights and their legal empowerment remain central to contemporary socio-legal discourse across the Muslim world. This study presents a qualitative, comparative, and critical analysis of the legislative frameworks governing women's rights in the Kingdom of Saudi Arabia (KSA) and Malaysia, evaluated through the lens of Islamic jurisprudence (Fiqh) and the Higher Objectives of Islamic Law (Maqasid al-Shariah). The paper examines how both nations navigate the balance between traditional Islamic legal principles and contemporary legislative demands regarding women's civil, political, economic, and family rights. Saudi Arabia, historically governed by uncodified Hanbali jurisprudence and a rigid guardianship (Wilayah) framework, has undergone transformative structural reforms under Vision 2030, culminating in the landmark Personal Status Law (2022), anti-harassment regulations, and the expansion of women's labor force participation. Conversely, Malaysia operates a dual legal system where Federal Civil Acts (e.g., Domestic Violence Act 1994, Anti-Sexual Harassment Act 2022) coexist alongside state-level Syariah enactments (e.g., Islamic Family Law Act 1984), offering a codified, institutionalized, yet complex jurisdictional landscape. The analytical findings reveal that both legal models successfully demonstrate the adaptability of Islamic law to modern governance, aligning substantially with the core Maqasid of protecting life, dignity, lineage, and property. However, challenges persist: jurisdictional friction between civil and Syariah courts in Malaysia, and procedural implementation gaps in Saudi Arabia. The study concludes with policy recommendations advocating for Maqasidi Ijtihad (objective-oriented legal reasoning), enhanced legal literacy, and structural harmonization to strengthen female empowerment while preserving Islamic ethical foundations and human dignity.

Keywords: Women's Rights, Islamic Jurisprudence, Saudi Arabia, Malaysia, Maqasid al-Shariah, Codification, Personal Status Law, Comparative Legal Systems

1۔ تعارف موضوع:

حقوق نسواں کا تصور جدید آئینی قانون سازی، بین الاقوامی معاہدات مثلاً (CEDAW) اور اجتماعی علوم کا ایک بنیادی محوری عنصر بن چکا ہے۔ حقوقِ نسواں سے مراد وہ تمام سول، سیاسی، معاشی، سماجی اور عائلی حقوق ہیں جو کسی بھی عورت کو بحیثیتِ انسان بلا امتیازِ جنس حاصل ہونے چاہئیں۔ تاریخی و عالمی تناظر میں عورت کی قانونی شخصیت (Legal Personality) اور مدنی اہلیت (Civil Capacity) کا تجزیہ ظاہر کرتا ہے کہ بعثتِ اسلام سے قبل پیشرو تہذیبوں میں عورت کو مساوی اور خود مختار انسان کے طور پر تسلیم کرنے سے انحراف کیا جاتا رہا جس کا نتیجہ اس کی دائمی معاشی، سماجی اور انتظامی محرومی کی صورت میں ظاہر ہوا۔ قدیم رومن قانون میں "پاتریا پوتیستاس (Patria Potestas) "اور "پاتیر فامیلیاس (Paterfamilias) "کا مطلق اصول نافذ تھا، جس کے تحت عورت تاحیات اپنے والد یا شوہر کی قانونی ملکیت اور سرپرستی میں رہتی تھی اسے نہ صرف جائیداد کی خرید و فروخت یا عقد کا مستقل اختیار حاصل نہ تھا بلکہ وہ خود قانون کی نظر میں ایک شئے (Res) کی مانند سمجھی جاتی تھی۔ یونانی تہذیب و فکر میں ارسطو اور افلاطون کے سیاسی و فلسفیانہ نظریات نے بھی عورت کو ناقص العقل اور شہری حقوق (Civic Rights) سے محروم قرار دیا۔ ہندوؤں کے قدیم قانون "منو سمرتی" کے نویں باب میں واضح طور پر حکم دیا گیا کہ عورت کو بچپن میں والد، جوانی میں شوہر اور بڑھاپے میں بیٹے کے تابع رہنا چاہیے اور وہ کبھی خود مختار نہیں ہو سکتی جبکہ عرب کے دورِ جاہلیت میں نہ صرف لڑکیوں کی پیدائش کو عار سمجھ کر زندہ درگور کیا جاتا تھا بلکہ عورت خود مالِ وراثت کی طرح تقسیم کی جاتی تھی اور طلاق و نکاح کی کوئی شرعی و اخلاقی سرحد قائم نہ تھی[2]۔

OPEN ACCESS

مغرب میں حقوقِ نسواں کی تحریکات (Feminist Movements) اٹھارویں اور انیسویں صدی میں صنعتی انقلاب کے بعد وجود میں آئیں یہ تحاریک بنیادی طور پر ایک تاریخی ردِ عمل (Reactionary Phase) کا نتیجہ تھیں کیونکہ برطانوی کامن لا کے تحت Coverture کے قاعدے کی رو سے شادی کے بعد عورت کی قانونی اور مالی شخصیت شوہر کی ذات میں ضم ہو جاتی تھی۔ 1882ء کے Married Women's Property Act تک مغربی عورت کو اپنی ملکیت پر مستقل تصرف کا حق حاصل نہ تھا مغربی تحریکِ نسائیت نے مختلف ادوار (فرسٹ ویو، سیکنڈ ویو، اور تھرڈ ویو) میں حقوقِ نسواں کو مرد اور عورت کے درمیان جینڈر کی بنیاد پر ایک طبقاتی کشمکش (Gender Class Struggle) کے سانچے میں ڈھال دیا، جس سے کئی خاندانی ساخت میں بحران پیدا ہوئے اس کے برعکس، اسلامی فکری و قانونی نظام میں حقوقِ نسواں کا تصور کسی سیاسی یا سماجی ردِ عمل کے بجائے ایک الہامی، باوقار، اور عدل و تکامل پر مبنی باہم مربوط قانونی و اخلاقی ڈھانچے پر قائم ہے۔

2۔اسلام میں خواتین کے حقوق کا بنیادی تصور:

اسلام نے ساتویں صدی عیسوی میں ایک ایسا ہمہ گیر انقلاب برپا کیا جس نے عورت کو ایک مکمل، خود مختار اور باوقار انسانی شخصیت (Legal Personality) کے طور پر تسلیم کیا۔ قرآنِ مجید نے انسان کی بنیادی تخلیق اور انسانی وقار (Human Dignity) کے باب میں مرد و عورت کو مساوی بنیادوں پر قائم کیا جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا۔

اور یقیناً ہم نے اولادِ آدم کو عزت و کرامت بخشی، انہیں خشکی اور سمندر میں سواری عطا کی، انہیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا، اور اپنی بہت سی مخلوقات پر انہیں نمایاں فضیلت عطا کی۔

تفسیر ابنِ کثیر اور تفسیر الطبری کے مطابق، اس آیت میں "بنی آدم" کا لفظ بلا تفریقِ جنس مرد اور عورت دونوں کا احاطہ کرتا ہے۔ انسان ہونے کے ناطے عورت کو وہی احترام، تحفظ اور حرمتِ ذات حاصل ہے جو مرد کو حاصل ہے۔ اسلام نے اس تصور کو باقاعدہ قانونی ڈھانچے میں ڈھالا جہاں عورت کا قتل، اس پر قذف (تہمت) یا اس پر جسمانی تشدد مرد کی طرح ہی سخت شرعی سزاؤں (قصاص و حد) کا موجب بنایا اسی طرح معنوی، روحانی اور اخروی اجر و ثواب کی مساوات کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً ۖ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔

جو کوئی نیک عمل کرے گا، خواہ مرد ہو یا عورت، بشرطیکہ وہ مومن ہو، تو ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی کے ساتھ زندہ رکھیں گے اور ہم انہیں ان کے بہترین اعمال کے بدلے ان کا اجر ضرور عطا فرمائیں گے۔

امام قرطبی اس آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں کہ عملِ صالح کی قبولیت اور دنیوی و اخروی کامیابی میں جنس کی بنیاد پر کوئی تفریق نہیں ہے، اور دونوں فریق یکساں طور پر اللہ کے سامنے جواب دہ ہے۔

اسلام نے عورت کو ملکیت کا حق (Right to Property)، وراثت کا قانونی حصہ (Right to Inheritance)، پسند کی شادی کا حق (Right to Consent in Marriage)، مہر، نفقہ، تعلیم حاصل کرنے، معاہدات کرنے اور معاشی سرگرمیوں میں حصہ لینے کا فکری و قانونی حق عطا کیا۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

إنَّما النِّساءُ شَقائقُ الرِّجالِ۔

بے شک عورتیں مردوں کے مساوی اور ان کی دوسری آدھی شقیں ہیں۔

اسلامی شریعت کے تمام بنیادی مصادر قرآن مجید، سنتِ نبوی، اجماع اور قیاس خواتین کی تکریم، عدل، اور مساواتِ انسانی (Human Equality) پر مبنی ہیں جبکہ وظائف کی تقسیم (Division of Roles) کو "قوامیت" اور "تکامل (Complementarity)" کے تصور سے جوڑا گیا ہے نہ کہ تحکم یا استحصال سے۔

3۔کامل قانونی و معاشی اہلیت:

شریعتِ اسلامیہ کی سب سے بڑی جدت یہ ہے کہ اس نے ازدواجی رشتہ قائم ہونے کے باوجود عورت کی مستقل مالی و قانونی شخصیت کو برقرار رکھا۔ رومن اور برطانوی کامن لا کے برعکس (جہاں 1882ء کے Married Women's Property Act سے پہلے عورت کی جائیداد شوہر کی ملکیتی تحویل میں چلی جاتی تھی) اسلام نے 1400 سال قبل عورت کو درج ذیل حقوق سے نوازا ہے عورت کو اپنے مال، تجارت، خرید و فروخت، وقف اور ہبہ میں بغیر کسی ولی یا شوہر کی اجازت کے تصرف کا مکمل حق حاصل ہے قرآن کریم نے سورۃ النساء میں جاہلی تحقیر کے برعکس عورت کا وراثت میں باقاعدہ شرعی حصہ طے کر دیا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

لِّلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ۔

مردوں کے لیے اس (کمائی) میں حصہ ہے جو انہوں نے کمایا، اور عورتوں کے لیے بھی اس (کمائی) میں حصہ ہے جو انہوں نے کمایا۔

OPEN ACCESS

فقہاءِ کرام (مثلاً امام شافعی، امام ابن قدامہ اور امام السرخسی) نے اس آیت اور احادیثِ نبوی سے یہ استدلال کیا ہے کہ عورت کا کمایا ہوا یا وراثت میں ملا ہوا مال خالصتاً اس کا اپنا ملک ہے اور شوہر یا والد کا اس پر کوئی قانونی یا اقتصادی تسلط نہیں ہے۔ ازدواجی زندگی میں عورت کے تمام معاشی اخراجات (روٹی، کپڑا، مکان، طبی ضروریات) مرد کی ذمہ داری نفقہ قرار دیے گئے جبکہ "مہر" کو عورت کی ذات کا خالص مالی حق ٹھہرایا گیا نہ کہ اس کے گھر والوں کی قیمت۔

4۔ قوامیت اور وظائف کی تقسیم:

اسلام میں مرد اور عورت کے حقوق و فرائض کے نظام کو "مماثلت (Absolute Identity/Sameness) " کے بجائے "تکامل (Complementarity) " اور "عدل" پر مبنی بنایا گیا ہے۔ قرآنِ مجید کا فرمان ہے:

الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ وَبِمَا أَنفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ۔

مرد عورتوں کے نگہبان، ذمہ دار اور کفیل ہیں، اس وجہ سے کہ اللہ نے ان میں سے بعض کو بعض پر (بعض ذمہ داریوں اور صلاحیتوں کے اعتبار سے) فضیلت دی ہے، اور اس وجہ سے کہ وہ اپنے مال خرچ کرتے ہیں۔

یہاں قوامیت سے مراد تحکم، استبداد یا عورت کی تذلیل ہرگز نہیں، بلکہ خاندانی نظام کا تحفظ، انتظامی ذمہ داری (Administrative Responsibility) اور معاشی کفالت ہے اسلام نے مرد کو معاشی و حفاظتی ذمہ داری دی اور عورت کو نسلِ انسانی کی تربیت اور خاندانی استحکام کا محور بنایا۔ پس عورت اپنی تمام ترکمائی کو بلا شرکتِ غیرے محفوظ رکھ سکتی ہے جب کہ مرد پر لازم ہے کہ وہ بیوی، بچوں اور ضرورت پڑنے پر اپنی ماں و بہنوں کے تمام تر اخراجات (خوراک، لباس، رہائش، علاج و تعلیم) برداشت کرے۔ اس لیے معاشی ذمے داریوں کا توازن برقرار رکھنے کے لیے وراثت کے بعض حالات میں حقوق کی حکمتِ تقسیم کو سمجھنا ضروری ہے، جہاں مرد کو دوہرا حصہ اس کی بھاری مالی ذمہ داریوں کے تناظر میں دیا جاتا ہے۔ اسلام نے عورت کو بلاواسطہ معاشرتی اور سیاسی زندگی سے الگ نہیں کیا صلح حدیبیہ کے موقع پر ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ کا مشورہ، حضرت عمرؓ کے دور میں بازار کے نظام کی نگرانی (محتسب) کے لیے حضرت الشفاء بنت عبداللہ کا تعین، اور ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے کبارِ صحابہ کا فقہی و طبی مسائل میں رجوع کرنا اس بات کا بین ثبوت ہے کہ مسلمان عورت قانون سازی، امر بالمعروف و نہی عن المنکر، اور علمی و اجتماعی خدمت کا مکمل حق رکھتی ہے۔

5۔ سعودی عرب میں حقوق نسواں سے متعلق قانون سازی:

مملکت سعودی عرب کے قانونی نظام کی بنیاد تاریخی طور پر اسلامی شریعت بالخصوص فقہ حنبلی پر مبنی رہی ہے۔ سعودی عرب کے بنیادی قانونِ حکومت (المادۃ 1 Basic Law of Governance 1992 -) میں صراحت کی گئی ہے کہ ریاست کا آئین کتاب اللہ اور سنتِ رسول ﷺ ہے۔

تاریخی طور پر (2018ء سے قبل)، سعودی عرب میں عدلیہ کے پاس کوئی باقاعدہ مدون عائلی یا جزائی قانون (Codified Family/Penal Code) موجود نہیں تھا۔ عدالتی فیصلوں کی بنیاد قاضی کا اپنا شخصی اجتہاد اور حنبلی فقہ کے کلاسک متون (مثلاً ابن قدامہ کی المغنی، البہوتی کی کشاف القناع اور شرح منتہی الإرادات) پر ہوتی تھی۔ اس غیر مدون عدالتی نظام کا نتیجہ یہ نکلتا تھا کہ ایک جیسے مقدمات میں مختلف القضاۃ کے فیصلوں کے درمیان شدید تفاوت (Discrepancy) پیدا ہوتا تھا، جس سے خواتین کو عدالتی کارروائی کے دوران طویل تاخیر اور غیر یقینی صورتِ حال کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ خواتین کی قانونی و سماجی زندگی پر سخت "نظام الولایۃ (Guardianship System) " نافذ تھا۔ اس نظام کے تحت عورت کو قانونی اعتبار سے ناقص اہلیت کا حامل سمجھا جاتا تھا، اور اسے پاسپورٹ کے حصول، بیرونِ ملک سفر، اعلیٰ تعلیم، ملازمت، طبی جراحی، اور خاندانی معاملات میں دادرسی کے لیے اپنے نرینہ ولی (Mahram/Guardian) کا باقاعدہ اجازت نامہ پیش کرنا پڑتا تھا۔ اس غیر مدون طریقہ کار اور قاضی کے انفرادی اجتہاد (Judicial Discretion) کے باعث خاندانی عدالتوں میں فیصلوں میں تاخیر اور خواتین کے استحصال کی شکایات عام تھیں۔

6۔ تعلیم و ملازمت:

سعودی عرب میں خواتین کی تعلیم کی شرح میں گزشتہ چند دہائیوں میں نمایاں اضافہ ہوا ہے۔ لیکن حالیہ قانونی پیش رفت کے تحت محنت کے قانون (Saudi Labor Law - Royal Decree No. M/51) میں ترمیم کی گئی جس کے تحت جنس، معذوری یا عمر کی بنیاد پر ملازمت کی فراہمی میں ہر قسم کا امتیاز ممنوع قرار دیا گیا۔

7۔ نقل و حرکت کی آزادی:

پاسپورٹ کے نظام اور سول سٹیٹس ایکٹ (نظام الأحوال المدنیۃ) میں بنیادی ترمیم کی گئی۔ اس ترمیم کی رو سے 21 سال یا اس سے زائد عمر کی تمام سعودی خواتین کو ولی کی اجازت کے بغیر پاسپورٹ بنوانے، بیرونِ ملک سفر کرنے، اپنے بچوں کی پیدائش اور طلاق کا باقاعدہ اندراج کروانے اور خاندانی امور کے دائرے میں مستقل قانونی خود مختاری دی گئی۔

8۔ خاندانی قوانین اور تحفظ:

CC BY

تاریخی طور پر غیر مدون (Uncodified) شرعی احکام پر انحصار کی وجہ سے خاندانی عدالتوں میں تفریق اور نفقہ کے فیصلوں میں تاخیر ہوتی تھی۔ 2018 میں تحفظِ ہراسگی قانون (Anti-Harassment Law – Royal Decree No. M/96) منظور کیا گیا، جس میں جنسی ہراسگی پر 5 سال تک قید اور 300,000 ریال تک جرمانے کی سزا مقرر کی گئی۔ 2013 میں تحفظِ بدسلوکی قانون (Protection from Abuse Law) نافذ ہوا جو گھریلو تشدد کو جرم قرار دیتا ہے۔

9۔ حالیہ قانونی اصلاحات:

ولی عہد شہزادہ محمد بن سلمان کے زیرِ سرپرستی "ویژن 2030" کے تحت حقوقِ نسواں کے شعبے میں سٹرکچرل قانونی انقلابات لائے گئے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

10۔ قانونِ احوالِ شخصیہ:

(Personal Status Law 2022 – Royal Decree No. M/73) مارچ 2022 میں سعودی عرب کی تاریخ میں پہلی بار مدون خاندانی قانون (Codified Family Law) نافذ کیا گیا۔ اس میں شادی کے لیے کم از کم عمر 18 سال مقرر کی گئی، مجبوراً شادی (Forced Marriage) کو کالعدم قرار دیا گیا۔

11۔ انسدادِ تشدد اور جنسی ہراسگی:

اس قانون کے تحت گھریلو تشدد، جسمانی، نفسیاتی اور جنسی استحصال کو قابلِ تعزیر جرم قرار دیا گیا۔ مظلوم خواتین کے لیے تحفظی مراکز (Shelters) اور فوری امدادی ہیلپ لائنز قائم کی گئیں۔ مئی 2018ء میں منظور ہونے والے اس سخت قانون کے تحت عوامی یا نجی مقامات، کام کی جگہ اور سائبر سپیس میں جنسی ہراسانی پر 5 سال تک قید اور 300,000 سعودی ریال تک کا بھاری جرمانہ مقرر کیا۔

12۔ حضانت کے احکام:

طلاق کے بعد بچوں کی حضانت (Custody) میں خود بخود ماں کے حق کو ترجیح دی گئی ہے جب تک کہ کوئی الشرعی مانع موجود نہ ہو، اور ماں کو نفقۂ اطفال کی ترجیحی ادا کاری کا حق دیا گیا۔

13۔ طلاق اور نفقہ کے احکام:

طلاق کو عدالتی اندراج سے مشروط کیا گیا تاکہ یکطرفہ اور زبانی طلاق سے عورت کے حقوق متاثر نہ ہوں۔ شوہر پر بیوی کا نفقہ لازمی ہے اور عدمِ نفقہ پر فسخِ نکاح کا حق دیا گیا۔

14۔ اصلاحات کے سماجی، معاشی اور قانونی اثرات:

ان اصلاحات کے نتیجے میں سعودی لیبر فورس میں خواتین کی شرکت (Female Labor Force Participation) جو 2016ء میں صرف 17٪ تھی، 2024ء کے آخر تک بڑھ کر 36٪ سے تجاوز کر گئی۔ علاوہ ازیں، خواتین کو وکالت، نیابتِ عامہ (Public Prosecution)، وزارتِ خارجہ اور بین الاقوامی اداروں میں سفیر کے اعلیٰ مناصب عطا کیے گئے، جس سے خاندانی عدالتوں کے فیصلوں میں قانونی شفافیت اور یکسانیت قائم ہوئی ہے۔

15۔ ملائیشیا میں حقوقِ نسواں سے متعلق قانون سازی:

ملائیشیا کا قانونی فریم ورک ایک "دوہرے نظام (Dual Legal System)" پر مبنی ہے، جہاں وفاقی سول عدالتیں (Federal Civil Courts) اور ریاستی شرعی عدالتیں (Syariah Courts) متوازی طور پر کام کرتی ہیں ملائیشین آئین (Federal Constitution of Malaysia) کا آرٹیکل 8(2) جنس کی بنیاد پر شہریوں میں کسی بھی قسم کی تفریق کو یکسر ممنوع قرار دیتا ہے۔ آئین کے شیڈول 9 (List II) کے تحت خاندانی قوانین، زکوۃ، وقف اور اسلام سے متعلق امور ریاستوں (State Legislative Assemblies) کے دائرہ کار میں آتے ہیں، جس کی وجہ سے ملائیشیا کی 13 ریاستوں اور وفاقی قلمرو نے اپنے اپنے شرعی قوانین وضع کر رکھے ہیں۔

ملائیشیا نے 1989 میں "قومی پالیسی برائے خواتین" تشکیل دی جسے 2009 میں مزید جدید بنایا گیا اس پالیسی کا مقصد معاشی، سماجی اور سیاسی سطح پر خواتین کی بلا امتیاز شمولیت اور خود مختاری کو یقینی بنانا ہے خواتین کے حقوق سے متعلق بنائے گئے قوانین درج ذیل ہیں:

16۔ گھریلو تشدد کا قانون :

یہ قانون سول اور مسلم تمام خواتین پر لاگو ہوتا ہے۔ اس میں جسمانی، جذباتی، اور معاشی تشدد کو جرم قرار دیا گیا ہے اور متاثرہ خواتین کو فوری تحفظ (Protection Orders) فراہم کیے جاتے ہیں۔

17۔ اینٹی سیکشول ہراسمنٹ ایکٹ:

OPEN ACCESS

اس نئے قانون کے تحت ایک خاص ٹربیونل (Anti-Sexual Harassment Tribunal) قائم کیا گیا ہے جو ہر قسم کی ہراسگی کے مقدمات کی تیز رفتار سماعت کرتا ہے۔

18۔ایمپلائمنٹ ایکٹ:

2022 کی ترمیم کے تحت زچگی کی چھٹی (Maternity Leave) کو 60 دن سے بڑھا کر 98 دن کر دیا گیا، اور کام کی جگہ پر جینڈر کی بنیاد پر امتیازی سلوک کی ممانعت کی گئی۔

19۔اسلامی عائلی قوانین:

ملائیشیا کی 13 ریاستوں نے اپنے شرعی قوانین مدون کر رکھے ہیں۔ ان قوانین میں نکاح، مہر، طلاق، خلع، نفقہ، حضانت اور کثیر الازواجی (Polygamy) کو منظم کیا گیا ہے۔ بالخصوص کثیر الازواجی کے لیے شرعی عدالت سے پہلے سے اجازت لینا اور پہلی بیوی کی معاشی حالت اور خاوند کی عدل کی مالی صلاحیت کو ثابت کرنا لازمی ہے۔

20۔کثیر الازواجی:

دوسری شادی کے لیے مرد کا محض خواہش مند ہونا کافی نہیں، بلکہ اسے شرعی عدالت سے باقاعدہ تحریری اجازت نامہ حاصل کرنا ہوتا ہے۔ عدالت پہلی بیوی کا موقف سنتی ہے، خاوند کی مالی استطاعت کی چھان بین کرتی ہے اور یہ دیکھتی ہے کہ آیا وہ عدل قائم کرنے کے قابل ہے یا نہیں۔

21۔مشترکہ جائیداد:

طلاق یا شوہر کی وفات کی صورت میں عورت کو دورانِ ازدواج قائم ہونے والی مشترکہ جائیداد میں سے اس کی مالی یا غیر مالی (گھریلو خدمات) شراکت کی بنیاد پر 30٪ سے 50٪ تک حصہ ملتا ہے۔

22۔مطل کا حق:

طلاقِ رجعی و بائنہ کی صورت میں نفقۂ عدت کے علاوہ نفقۂ متعہ (Consolation Payment) کا قانونی وجوب تسلیم کیا گیا۔

23۔سماجی، تعلیمی اور عدالتی اثرات:

ملائیشیا کی جامعات میں خواتین کا تناسب 62٪ سے زائد ہے۔ خواتین سول سپریم کورٹ اور شریعہ عدالتوں میں بطورِ جج (Syariah Judges) خدمات انجام دے رہی ہیں۔ تاہم، سول اور شرعی عدالتوں کے دائرہ اختیار (آئین کے آرٹیکل 121(1A کے تحت) کے تصادم کے باعث بعض اوقات مذہب کی تبدیلی اور بچوں کی حضانت کے مقدمات میں پیچیدگیاں ابھرتی ہیں۔

24۔اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ:

اسلامی شریعت کی رو سے تمام قوانین کا مقصد مقاصدِ شریعت کی حفاظت کرنا ہے، جو درج ذیل پانچ بنیادی ضروریات پر مشتمل ہیں: (1) حفظِ دین، (2) حفظِ نفس، (3) حفظِ عقل، (4) حفظِ نسل، اور (5) حفظِ مال۔

25۔اسلامی اصولوں سے ہم آہنگ اصول:

تشدد اور ہراسگی کی ممانعت: سعودی عرب کا "نظام مکافحۃ التحرش" اور ملائیشیا کا "Domestic Violence Act 1994" شریعت کے بنیادی مقصد حفظِ نفس اور حفظِ عرض (عزت کا تحفظ) سے مکمل مطابقت رکھتے ہیں قرآن کریم میں صراحت ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا وَلا تَعْضُلُوهُنَّ لِتَذْهَبُوا بِبَعْضِ مَا آتَيْتُمُوهُنَّ إِلا أَنْ يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ۔

اے ایمان والو! تمہارے لیے یہ جائز نہیں کہ تم زبردستی عورتوں کے وارث بن بیٹھو، اور نہ ہی انہیں اس غرض سے تنگ کرو کہ جو مہر یا مال تم انہیں دے چکے ہو اس میں سے کچھ واپس لے لو، سوائے اس صورت کے کہ وہ کھلی بے حیائی کا ارتکاب کریں۔ اور ان کے ساتھ بھلے طریقے سے زندگی بسر کرو۔ پھر اگر تم انہیں ناپسند کرو، تو ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرتے ہو اور اللہ اس میں بہت زیادہ بھلائی رکھ دے۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبے میں ارشاد فرمایا:

فَاتَّقُوا اللَّهَ فِي النِّسَاءِ، فَإِنَّكُمْ أَخَذْتُمُوهُنَّ بِأَمَانَةِ اللَّهِ، وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوجَهُنَّ بِكَلِمَةِ اللَّهِ

پس عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو، کیونکہ تم نے انہیں اللہ کی امانت کے طور پر اپنے نکاح میں لیا ہے، اور اللہ کے کلمے (یعنی عقدِ نکاح) کے ذریعے ان کی عصمت کو اپنے لیے حلال کیا ہے۔

OPEN ACCESS
CC BY

جبری شادی کا خاتمہ: دونوں ممالک میں لڑکی کی رضامندی کو نکاح کی صحت کا بنیادی رکن قرار دینا اور جبری نکاح کو کالعدم ماننا سنتِ نبوی سے عین ہم آہنگ ہے۔ حضرت خنساء بنت خذام انصاریہؓ کا واقعہ اس پر واضح دلیل ہے جہاں حضور ﷺ نے والد کی زبردستی کروائی گئی شادی کو منسوخ کر دیا تھا سعودی عرب کا قانونِ احوالِ شخصیہ 2022 اور ملائیشیا کا اسلامی عائلی قانون 1984 عورت کی صریح رضامندی کے بغیر نکاح کو باطل قرار دیتے ہیں صحیح بخاری کی حدیث ہے:

لاَ تُنْكَحُ الأَيِّمُ حَتَّى تُسْتَأْمَرَ وَلاَ تُنْكَحُ الْبِكْرُ حَتَّى تُسْتَأْذَنَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَكَيْفَ إِذْنُهَا قَالَ أَنْ تَسْكُتَ۔

بیوہ (یا وہ عورت جس کا پہلے نکاح ہو چکا ہو) کا نکاح اس وقت تک نہ کیا جائے جب تک اس سے واضح اجازت نہ لے لی جائے، اور کنواری لڑکی کا نکاح بھی اس وقت تک نہ کیا جائے جب تک اس سے اجازت نہ لی جائے۔ صحابہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس کی اجازت کیسے معلوم ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کا خاموش رہنا (شرم و حیا کی بنا پر) اس کی اجازت ہے۔

نیز طلاق کے بعد نفقہ اور حضانت کے قوانین قرآن کی درج ذیل آیات کی پر مغز تطبیق ہیں:

لِيُنفِقْ ذُو سَعَةٍ مِّن سَعَتِهِ ۖ وَمَن قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللَّهُ۔

صاحب وسعت اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے، اور جس کا رزق تنگ کر دیا گیا ہو وہ اسی میں سے خرچ کرے جو اللہ نے اسے عطا فرمایا ہے۔ اللہ کسی شخص کو اس کی دی ہوئی استطاعت سے زیادہ مکلف نہیں بناتا۔ عنقریب اللہ تنگی کے بعد آسانی پیدا فرمادے گا۔

نفقہ کی ادائیگی کے بعد حضانت کے متعلق قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ ۖ لِمَنْ أَرَادَ أَن يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ ۚ وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ۔

اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں، یہ (مدت) اس شخص کے لیے ہے جو دودھ پلانے کی مدت پوری کرنا چاہے۔ اور بچے کے باپ پر دستور کے مطابق ان (ماؤں) کا کھانا اور لباس مہیا کرنا لازم ہے۔

اسی طرح وراثت کے معاملے میں دونوں ممالک اسلامی قانونِ الفرائض ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ...﴾ کی کامل پابندی کرتے ہیں، اور اس میں کسی بھی قسم کی تعبیراتی تحریف کے بغیر جدید معاشی قوانین کے ذریعے خواتین کے نام جائیداد کی رجسٹریشن کو آسان بناتے ہیں۔ س

26۔ جزوی مطابقت رکھنے والے قوانین:

سعودی عرب میں 21 سال کی عمر کے بعد عورت کو بلا ولی سفر اور خاندانی دستاویزات کے حصول کا حق دینا حنفی فقہ کی اس رائے سے ہم آہنگ ہے جس کے مطابق بالغہ اور عاقلہ عورت اپنے عقود میں خود تصرف کا اختیار رکھتی ہے۔ اگرچہ حنبلی و شافعی فقہ میں سفر کے لیے محرم کی شرط موجود ہے، لیکن معاصر حالات، محفوظ سفری ذرائع اور پاسپورٹ سسٹم کے پیشِ نظر یہ قانون "رفعِ حرج" اور "سیاستِ شرعیہ" کے تحت مکمل جواز رکھتا ہے سعودی عرب میں 2019ء کے شاہی مرسوم کے ذریعے 21 سال سے زائد عمر کی عورت کے لیے بیرونِ ملک سفر، تعلیم اور ملازمت پر ولی کی تحریری شرط ختم کرنا شرعی نقطۂ نظر سے ایک مثبت پیش رفت ہے فقہِ حنفی کی رو سے، عاقلہ بالغہ عورت کو اپنے شخصی اور مالی تصرفات میں مکمل خود مختاری حاصل ہے جیسا کہ علاؤالدین کاسانی لکھتے ہیں:

امام ابو حنیفہ اور امام زفر کی رائے کے مطابق بالغہ عورت اپنا نکاح بھی ولی کی اجازت کے بغیر کر سکتی ہے، نیز اپنے شخصی تصرفات (سفر و معیشت) میں مستقل بالذات ہے۔

روایتی حنبلی نظام میں ولایت کا جو اطلاق تمام شہری امور پر کیا گیا تھا اس کی بنیاد نصوصِ قطعیہ کے بجائے عرفی سدِ ذرائع پر تھی۔ پس ولی کے دائرہ کار کو صرف "ولایۃ الرعایۃ والتحوط" (حفاظتی و حمایتی ولایت) تک محدود کرنا اور "ولایۃ الإجبار" (جبر و تسلط) کا خاتمہ کرنا مقاصدِ شریعت کی روح سے مطابقت رکھتا ہے

ملائیشیا کے اسلامی عائلی قانون کی شق Harta Sepencarian (مشترکہ جائیداد میں مطلقہ عورت کا حصہ) اسلامی فقہ کے قاعدے "العُرفُ مُحَكَّمٌ" (معاشرتی عرف دلیل ہے) اور "مصالحِ مرسلہ" پر مبنی ہے۔

جنوب مشرقی ایشیا کی مالے ثقافت میں عورت اور مرد مل کر کھیتی باڑی، تجارت اور گھر کی معیشت چلاتے ہیں۔ امام مالک کی فقہ میں "حق السعایۃ" کا جو تصور موجود ہے (جہاں بیوی اگر شوہر کے ساتھ معاشی محنت میں شریک رہے تو وہ جائیداد کی شریکِ مالکانہ بن جاتی ہے)، ملائیشیا نے اسی فقہی اصل کو جدید عائلی قانون میں کامیابی سے مدون کیا ہے۔ ملائیشیا کا دوسری شادی کے لیے عدالت سے شرطِ عدل کی تحریری تصدیق مانگنا قرآن کریم کی آیت ﴿فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً﴾ اور فقہی قاعدہ "سد الذرائع" (برائی کا راستہ روکنا) کے مطابق جائز ہے تاکہ مرد خاندانی نظام کو تباہ نہ کریں۔

CC BY

27۔اصلاح کی ضرورت:

سعودی عرب میں خواتین کو اعلیٰ قانون سازی اور معاشی خود مختاری مل چکی ہے، لیکن روایتی شرعی قاضی (Syariah Court Judge) کے منصب پر ابھی تک خواتین کا تقرر عمل میں نہیں آیا۔ حنفی فقہ اور امام ابن جریر الطبری کی فقہی آراء کی روشنی میں خواتین کو مال اور احوالِ شخصیہ کے مقدمات میں بطورِ قاضی تعینات کیا جا سکتا ہے۔

ملائیشیا میں دوہرے قانونی نظام کے باعث بعض اوقات جب مسلم شوہر یا بیوی میں سے کوئی ایک اسلام چھوڑ دے یا بچوں کے مذہب کی تبدیلی کا مسئلہ ہو تو سول ((Article 121(1A)) اور شرعی عدالتوں میں ٹکراؤ پیدا ہوتا ہے۔ اس سے خواتین قانونی تاخیر کا شکار ہوتی ہیں، جس کی اصلاح ایک باقاعدہ مشترکہ اپیلٹ بنچ کے ذریعے لازمی ہے۔

28۔نتائج:

مدون قانون سازی (Codification) کی افادیت سعودی عرب کا قانونِ احوالِ شخصیہ 2022 اور ملائیشیا کا اسلامی عائلی قانون 1984 اس حقیقت کا بین ثبوت ہیں کہ اسلامی شریعت کو جدید تحریری قوانین کی شکل دینا عدالتی فیصلوں میں شفافیت لاتا ہے، قضاۃ کے ذاتی تفاوتی اجتہاد کا خاتمہ کرتا ہے اور خواتین کو فوری اور بااعتماد انصاف فراہم کرتا ہے۔

مقاصدِ شریعت سے قانون سازی کی مطابقت سعودی عرب اور ملائیشیا، دونوں ممالک میں خواتین کے تحفظ (گھریلو تشدد پر پابندی، جنسی ہراسانی پر سزا، سفر و تعلیم کا حق) سے متعلق قوانین مقاصدِ شریعت کے بنیادی اصولوں بالخصوص حفظِ نفس، حفظِ عقل، اور حفظِ مال کی عین تکمیل کرتے ہیں۔

نظامِ ولایت کی مثبت اصطلاحی و شرعی باز تعبیر سعودی عرب میں 2019ء کی اصلاحات نے ثابت کیا کہ غیر شرعی "ولایتِ اجبار" (جبر پر مبنی تسلط) کو منسوخ کر کے شریعت کے راجح فقہی اقوال (مثلاً فقہ حنفی) کو اپنانا اسلامی اصولوں سے انحراف نہیں بلکہ اجتہاد کی روشن مثال ہے۔

دوہرے عدالتی نظام کی پیچیدگیاں ملائیشیا کے دوہرے عدالتی فریم ورک (Civil vs. Syariah) نے جہاں مسلمانوں کو شرعی قوانین پر عمل کا موقع دیا ہے، وہاں Article 121(1A) کے تحت سول اور شرعی عدالتوں کی دائرہ کار کی جنگ نے بعض اوقات خواتین کے لیے حضانتِ اطفال اور وراثت میں قانونی ابہام پیدا کیا ہے۔

اسلامی بااختیاری بمقابلہ مغربی لبرل ماڈل دونوں اسلامی ریاستوں کا مطالعہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ خواتین کو بااختیار بنانے، تعلیم و روزگار کی فراہمی اور تحفظِ ذات کے لیے مغربی سیکولر نظریات یا CEDAW کی تمام تر متنازع شقوں کی کماحقہ تقلید ضروری نہیں، بلکہ اسلامی الشریعہ کے لچکدار اصولوں (مصالح مرسلہ، سدِ ذرائع، عرف، اور تقیید مباح) کے فریم ورک کے اندر رہ کر بہترین قانونی ماڈل تیار کیا جا سکتا ہے۔

29۔خلاصہ بحث:

سعودی عرب اور ملائیشیا میں حقوقِ نسواں سے متعلق قانون سازی کا مطالعہ اس حقیقت کو اجاگر کرتا ہے کہ دینِ اسلام ایک متحرک، عدل پر مبنی اور ہر دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ قانونی نظام فراہم کرتا ہے۔

ملائیشیا نے کثیر الثقافتی اور جمہوری پس منظر کے اندر رہ کر قانونِ پارلیمنٹ اور شرعی اینیکٹمنٹس کے ذریعے خواتین کے معاشی، عائلی اور تحفظاتی حقوق کو مستحکم کیا، اور "مشترکہ جائیداد" جیسے جدید عرفی و شرعی قوانین کو کامیابی سے نافذ کیا۔ دوسری طرف، مملکتِ سعودی عرب نے "ویژن 2030" کے تحت تاریخی موڑ لیتے ہوئے روایتی حنبلی غیر مدون فیصلوں کے بجائے جامع تحریری قانونِ احوالِ شخصیہ (2022) اور انسدادِ ہراسانی کے قوانین وضع کیے، جس نے سعودی خواتین کی سماجی و معاشی حالت میں انقلابی تبدیلی برپا کی۔

اس مقالے سے یہ حتمی نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ خواتین کو ان کے حقوق، تعلیم، ملازمت، تحفظ اور سیاسی شرکت کی فراہمی شریعتِ اسلامیہ کے روحِ عدل کی آئین دار ہے۔ دونوں ممالک کو چاہیے کہ وہ جدید قانون سازی کے عمل میں شریعت کے اصولِ اجتہاد اور مقاصدِ الشریعہ کی کسوٹی کو برقرار رکھیں، تاکہ وہ خواتین کو مکمل تحفظ و احترام دیتے ہوئے اسلامی خاندانی نظام کو مغرب کے انفرادیت پسندانہ اور خاندانی شکست و ریخت پر مبنی اثرات سے بھی محفوظ رکھ سکیں۔

مراجع و حوالہ جات

1. القرآن الکریم۔

2. ابن ماجة، أبو عبد الله محمد بن يزيد القزويني۔ سنن ابن ماجة۔ تحقيق: محمد فؤاد عبد الباقي۔ الرياض: دار السلام للنشر والتوزيع، 2009ء۔

3. البخاري، محمد بن إسماعيل۔ الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور رسول الله صلى الله عليه وسلم وسننه وأيامه (صحيح البخاري)۔ بيروت: دار طوق النجاة، 1422ھ۔

4. الشاطبي، إبراهيم بن موسى بن محمد اللخمي۔ الموافقات في أصول الشريعة۔ تحقيق: مشهور بن حسن آل سلمان۔ الخبر: دار ابن عفان، 1997ء۔

5. الشافعي، محمد بن إدريس۔ كتاب الأم۔ بيروت: دار المعرفة، 1990ء۔

6. السيوطي، جلال الدين۔ الأشباه والنظائر في قواعد وفروع فقه الشافعية۔ بيروت: دار الكتب العلمية، 1990ء۔

7. الطبري، محمد بن جرير۔ جامع البيان عن تأويل آي القرآن۔ بيروت: مؤسسة الرسالة، 2000ء۔

8. ابن عاشور، محمد الطاهر۔ مقاصد الشريعة الإسلامية۔ تونس: دار سحنون للنشر والتوزيع، 2001ء۔

9. ابن كثير، إسماعيل بن عمر۔ تفسير القرآن العظيم۔ الرياض: دار طيبة للنشر والتوزيع، 1999ء۔

10. القرطبي، محمد بن أحمد۔ الجامع لأحكام القرآن۔ القاهرة: دار الكتب المصرية، 1964ء۔

11. ابن قدامة، موفق الدين عبد الله بن أحمد۔ المغني في فقه الإمام أحمد بن حنبل الشيباني۔ القاهرة: مكتبة القاهرة، 1968ء۔

12. الكاساني، علاء الدين۔ بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع۔ بيروت: دار الكتب العلمية، 1986ء۔

13. النيسابوري، مسلم بن الحجاج القشيري۔ المسند الصحيح المختصر بنقل العدل عن العدل إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم (صحيح مسلم)۔ بيروت: دار إحياء التراث العربي، 1955ء۔

ثانیاً: سرکاری دستاویزات و قوانین (Government Documents & Statutes)

14. General Authority for Statistics (GASTAT). Saudi Labor Market Report Q4 2023. Riyadh: GASTAT, 2024.

15. Government of Malaysia. Anti-Sexual Harassment Act 2022 (Act 840). Kuala Lumpur: Percetakan Nasional Malaysia Berhad, 2022.

16. Government of Malaysia. Domestic Violence Act 1994 (Act 521). Kuala Lumpur: The Commissioner of Law Revision, 2017.

17. Government of Malaysia. Federal Constitution of Malaysia. Kuala Lumpur: Commissioner of Law Revision, 2020.

18. Government of Malaysia. Islamic Family Law (Federal Territories) Act 1984 (Act 303). Kuala Lumpur: Commissioner of Law Revision, 2006.

19. Kingdom of Saudi Arabia. Anti-Harassment Law, Royal Decree No. (M/96), May 31, 2018. Riyadh: Bureau of Experts at the Council of Ministers, 2018.

20. Kingdom of Saudi Arabia. Basic Law of Governance, Royal Decree No. (A/90), March 1, 1992. Riyadh: Bureau of Experts, 1992.

21. Kingdom of Saudi Arabia. Personal Status Law, Royal Decree No. (M/73), March 8, 2022. Riyadh: Ministry of Justice, 2022.

22. Kingdom of Saudi Arabia. Protection from Abuse Law, Royal Decree No. (M/52), September 20, 2013. Riyadh: Bureau of Experts at the Council of Ministers, 2013.

23. UN General Assembly. Convention on the Elimination of All Forms of Discrimination Against Women (CEDAW). December 18, 1979. United Nations, Treaty Series, vol. 1249.

24. Al-Rasheed, Madawi. A Most Masculine State: Gender, Politics and Religion in Saudi Arabia. Cambridge: Cambridge University Press, 2013.

25. An-Na'im, Abdullahi Ahmed. Islamic Family Law in a Changing World: A Global Resource Book. London: Zed Books, 2002.

26. Horowitz, Donald L. "The Qur'an and the Common Law: Islamic Law Reforms in Malaysia." American Journal of Comparative Law 42, no. 2 (1994): 233–293.

27. Kamali, Mohammad Hashim. Shari'ah Law: An Introduction. Oxford: Oneworld Publications, 2008.

28. Nyazee, Imran Ahsan Khan. Outlines of Islamic Jurisprudence. Islamabad: Center for Excellence in Research, 2016.

29. Saudi Vision 2030. Kingdom of Saudi Arabia Vision 2030 Document. Riyadh: Council of Economic and Development Affairs, 2016.

30. Steiner, Kerstin. "Syariah Law in Malaysia: Harmony or Conflict?" Law Asia Journal 12, no. 1 (2018): 45–72.